كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (۹)

تم بہترین امت ہو جنہیں لوگوں کے لیے بھیجا گیا، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (۱۰)

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزمان ﷺ) تم پر گواہ بنیں۔

امام رازیؒ امت وسط کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امتِ وسط سے مراد ایسی امت ہے جو دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنے کی ذمے دار ہو، اس مفہوم کے لیے وہ قرآن وسنت اور عربی ادب سے استدلال بھی پیش کرتے ہیں۔

ابوالسعود العمادیؒ نے امتِ وسط کی تعریف اس طرح کی ہے:

امة متصفة بالخصال الحميدة، خيار اعدولا، مزكين بالعلم والعمل (۱۱)

امتِ وسط وہ امت ہوتی ہے جو خصالِ حمیدہ سے متصف ہو، سراپا خیر ہو، عدل وانصاف کی علم بردار ہو اور علم وعمل سے آراستہ ہو۔

اگر ہم مقاصد نبوت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور مقاصد شریعہ کو اپنے عمل اور قانون کے ذریعے جاری ونافذ کرلیں تو ہم یقیناً اس قابل ہوسکیں گے کہ دنیا میں ایک مرتبہ پھر اپنا صحیح کردار اور اقوامِ عالم کی راہ نمائی کا فریضہ ادا کرسکیں، دنیا میں کامیاب رہیں اور آخرت میں بھی سرخ روئی حاصل کرسکیں۔

حوالہ جات

۱۔ آلِ عمران:۱۶۴

۲۔ البقرہ:۱۲۹

۳۔ محمد بن اسماعیل البخاری/ الجامع الصحیح۔ کتاب الایمان، باب فضل من استبرألدینہ

☆ المسلم/ الجامع الصحیح۔ کتاب المساقات، باب اخذ الحلال وترک الشبہات

۴۔ البیہقی/ شعب الایمان۔ کتاب النکاح فصل فی الترغیب فی النکاح

۵۔ النسائی/ السنن الکبریٰ۔ کتاب النکاح، باب معونۃ اللہ: ج ۳،ص ۲۷۲

☆ احمد بن حنبل/ مسند: ج ۲،ص ۱۶۸

۶۔ البخاری۔ کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین بالمسلم،

☆ مسلم/ الجامع الصحیح، کتاب النکاح باب استحباب نکاح ذات الدین

۷۔ النسائی/ السنن الکبریٰ۔ کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح

☆ عبدالرزاق/ المصنف۔ کتاب النکاح باب الرجل ینکح ابنتہ

۸۔ البقرہ: ۲۷۔ الرعد: ۲۵

۹۔ آل عمران: ۱۱۰

۱۰۔ البقرہ: ۱۴۳

۱۱۔ ابو السعود العمادی/ ارشاد العقل السلیم: ج ۱،ص ۱۷۲

۲۷ علمی ودینی مقالات کا قیمتی مجموعہ

صراط مستقیم

حضرت مولانا مفتی غلام قادر رحمہ اللہ

ترتیب

سید عزیز الرحمن

صفحات ۲۶۴ قیمت: ۱۶۰

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/ ۱۷۔ ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰

نبی رحمت ﷺ اور دیگر مذاہب

سید عزیز الرحمٰن

Abstract
The Prophet of Mercy (Peace Be Upon Him) and Other Religions

The mercy and benevolence of the Prophet Muhammad (peace be upon him) is not exclusive for the Believers and Muslims but his mercy is for all which means universal mercy to mankind. By giving the option to the people to hold their own religion and on the basis of humanity he (peace be upon him) he made contracts with them, which are stand as a highest example of morality and dignity. These contracts can still become a light house for the humanity.

In a pure Islamic ideological state, the non-Muslims enjoy the same status of citizenship as Muslims do. There is no discrimination or difference in the affairs of the citizenship. The proof of which can be found in the rights given to the non-Muslims. These issues have been dealt in detail in this article.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت کے مظاہر صرف اہل ایمان اور اہل اسلام کے لئے خاص نہیں، بل کہ آپ کی رحمت رحمت عام ہے۔ اس لئے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ ﷺ نے غیر مسلموں سے انہیں ان کے مذہب پر قائم رکھتے ہوئے انسانیت کی بنیاد پر جو معاہدے کئے وہ تاریخ انسانی میں نہ صرف اولیت کا شرف رکھتے ہیں بل کہ آج بھی وہ پوری انسانیت کے لئے رہ نما دستور ہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت غیر مسلموں تک بھی محدود نہیں یہ تو تمام جہانوں کے لئے ہے، جن میں چرند پرند حیوانات، نباتات سمیت سب ہی شامل ہیں۔

اسلام غیر مسلم شہریوں کو اپنی خالص نظریاتی ریاست میں بھی اسی درجے کا شہری تصور کرتا ہے، جس

درجے کے وہاں رہنے والے مسلمان شہری ہیں۔ اور شہریت کے معاملات میں ان کے مابین کوئی تفریق نہیں کرتا۔ جس کا ثبوت غیر مسلموں کو دیئے جانے والے حقوق ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں حاصل حقوق کا ایک خاکہ پیش کرتے ہیں، جو قرآن کریم اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے مستفاد ہیں۔

البتہ ابتدا میں ایک وضاحت ضروری ہے، تاریخ میں بعض مقامات پر شاید یہ بات ملے کہ کسی موقع پر کسی مسلم حکمران نے کسی غیر مسلم کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روا رکھا، یہ استثنائی صورت حال قطعاً اسلام کے مجموعی رویئے کے خلاف حجت اور دلیل نہیں بن سکتی، ایسے واقعات تو ہر مذہب کے ماننے والوں کے بارے میں نہ صرف مل سکتے ہیں، بل کہ سہولت کے ساتھ دست یاب ہیں، انسانی تاریخ ایسے واقعات سے پُر ہے۔ اصل چیز کسی بھی مذہب کا مجموعی رویہ اور اس کی بنیادی تعلیمات ہیں، جس کی بنیاد پر ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ہاں کسی بھی معاملے میں کیا اصول وقوانین موجود ہیں؟

ذیل میں ہم اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت، ان سے ہم آہنگی کے اسلامی تصور اور اسلامی تاریخ میں خصوصاً عہد نبوی اور عہد صحابہ میں اس کی مثالوں پر گفتگو کریں گے۔

جان کی حفاظت

ہم آہنگی اور اتحاد بہت بعد کی چیز ہے، انسان کی سب سے پہلے ضرورت اس کی جان کی حفاظت اور زندگی کی ضمانت ہے۔ اسلام یہ ضمانت سب سے بڑھ کر اور اسی معیار کی دیتا ہے جس کی اس کی ریاست میں خود مسلمانوں کو حاصل ہے، کیوں کہ اسلام کی نظر میں جان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ قرآن تو یہاں تک کہتا ہے۔

كَتَبْنَا عَلَى بَنِى اِسْرَآئِيلَ اَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (۱)

ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ جو کوئی کسی کو مار ڈالے، بغیر کسی جان کے بدلے کے یا زمین پر فساد پھیلانے کے بغیر تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا، اور جس نے کسی کو بچا لیا تو گویا اس نے سب کو بچا لیا۔

انسانی جان کی اسی عظمت اور حرمت کے پیش نظر اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہری کی جان کو وہی

احترام اور عزت حاصل ہے جو احترام اور عزت کسی مسلمان کی جان کو حاصل ہوسکتی ہے، دونوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة، وان ريحها يوجد من ميسرة اربعين عاماً (۲)

جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری جو اسلامی ریاست کا باشندہ ہو) کو قتل کردیا، وہ شخص جنت کی خوش بو نہیں پائے گا، حالاں کہ اس کی خوش بو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوگی۔

یہ تو قتل کا معاملہ تھا، اب اگر کوئی غیر مسلم قتل ہوجائے اور اس کے ورثا اس کا بدلہ لینے کی بجائے خون بہا لینے پر بہ خوشی آمادہ ہوں، جسے اسلام کی اصطلاح میں دیت کہتے ہیں پھر اس کی دیت مسلمان ہی کے برابر ہوگی۔ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمی کی وہی دیت ادا کی جو مسلمان کی دیت ہوتی ہے (۳) اور مسلمانوں کا اس اصول پر بعد میں بھی عمل رہا، اسلامی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قبیلۂ بکر بن وائل کے ایک مسلمان شخص نے حیرہ کے ایک غیر مسلم شہری کو ناحق قتل کردیا، حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اسے مقتول کے ورثا کے حوالے کردیا جائے، چاہے وہ قتل کریں، چاہے معاف کریں، چناں چہ اسے ورثا کے حوالے کردیا گیا، جنہوں نے اسے قتل کردیا۔ (۴)

مال کی حفاظت

جان کے بعد دوسرا درجہ مال کا ہے، جو انسان کی دنیاوی ضرورتوں کی کفالت کرتا ہے، کسی بھی قوم سے اتحاد و یگانگت ان کے مال کی ضمانت دیئے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتی۔اسلام نے اس حوالے سے بھی اہم اقدامات کئے ہیں، اور غیر مسلم اسلامی ریاست میں اس حوالے سے بھی مسلمانوں کے مساوی مقام کے حامل ہیں۔ جنگ خیبر کے موقع پر جب یہود سے معاہدہ ہوچکا تو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مسلمان ہمارے پھلوں اور غلوں پر ٹوٹ پڑے ہیں، حال آں کہ یہ چیزیں محفوظ مقام پر رکھی ہوئی تھیں، آپ نے فوراً ہدایت فرمائی:

الا لا يحل اموال المعاهدين الا بحقها (۵)

آگاہ ہو جاؤ کہ معاہدین (غیر مسلم) کے اموال قطعاً حلال نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ اسے لینے کا حق (ریاست کی طرف سے) ہو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انما قبلوا عقدۃ الذمۃ لتکون اموالھم کاموالنا و دمائھم کدمائنا (۶)

انہوں نے ہم سے معاہدہ اسی لئے تو کیا ہے تاکہ ان کے اموال ہمارے اموال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں۔

عزت کی حفاظت

جس طرح اسلامی ریاست کسی مسلمان کی عزت کی ضامن ہے اسی طرح غیر مسلم شہری کی عزت کی حفاظت بھی اس کا فرض ہے۔

فقہائے حنفیہ نے یہ مسئلہ وضاحت سے بیان کیا ہے علامہ شعرکانی لکھتے ہیں:

و یجب کف الاذی عنہ و تحرم غیبتہ کالمسلم (۷)

اور غیر مسلم شہری کو تکلیف و نقصان پہنچانے سے باز رہنا ضروری ہے، اور اس کی غیبت کرنا اس طرح حرام ہے، جیسے کسی مسلمان کی غیبت کرنا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص غیر مسلم شہری کو برا بھلا کہے گا تب بھی ایسا کرنے والے پر سزا لاگو ہو گی، فقہا نے لکھا ہے:

ان المسلم اذا سب الذمی یعزر بہ (۸)

اگر مسلمان کسی غیر مسلم کو گالی دے گا تو اسے سزا دی جائے گی۔

حتیٰ کہ اگر کسی نے کسی غیر مسلم کو طنزاً کافر بھی کہا اور اس سے غیر مسلم کو تکلیف پہنچی تو بھی مسلمان گناہ گار ہو گا۔(۹)

مذہبی آزادی

جب ہم اسلام اور غیر اسلام کی تفریق کرتے ہیں، تو یہ خالصتاً عقائد اور مذہب کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور غیر مسلموں سے اتحاد کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ہم انہیں مکمل مذہبی تحفظ فراہم کریں، تاکہ وہ مذہبی ریاست میں اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور نہ کریں۔ اس بنا پر اسلام مذہب کے اختیار کرنے کے معاملے کو

شخصی مسئلہ قرار دیتا ہے، وہ اس معاملے میں کسی جبر کا قائل نہیں، اخروی اعتبار سے کامیابی صرف اس کا مقدر ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پوری طرح بجالائے، مگر دنیا میں اسلام نے اپنی دعوت پوری طرح کھول کر سب کے سامنے پیش کر دی ہے، اب ہر ایک کو اختیار ہے، قرآن کہتا ہے:

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (۱۰)

دین میں کوئی جبر نہیں، راہِ ہدایت گم راہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

اس بنا پر اسلام غیر مسلم رعایا کو پوری مذہبی آزادی دیتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نجران کی عیسائی آبادی سے معاہدہ فرمایا تو اس میں یہ شقیں بھی شامل تھیں۔

ا۔ ان کی جان محفوظ رہے گی

ب۔ ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان ہی کے قبضے میں رہے گا۔

ج۔ ان کے مذہبی عہدے کسی تبدیلی کے بغیر برقرار رہیں گے۔

د۔ صلیبوں اور مورتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ (۱۱)

اسی طرح عہدِ فاروقی میں جب بیت المقدس فتح ہوا، اور حضرت عمر نے وہاں رہنے والوں سے معاہدہ کیا تو اس میں یہ بھی مذکور تھا

یہ امان ان کی جان، مال، عبادت گاہوں، صلیب، بیمار و تندرست اور تمام اہل مذہب کے لئے ہے، ان کی عبادت گاہوں میں نہ تو سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ گرائی جائیں گی، نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں سے کوئی کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے معاملے میں ان پر جبر کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ (۱۲)

اور صاحب بدائع الصنائع لکھتے ہیں:

ولا یمنعون من اظہار شیٔ مما ذکرنا من بیع الخمر و الخنزیر و ضرب الناقوس فی قریتہ او موضع لیس من امصار المسلمین و لو کانوا فیہ عدد کثیر من اہل الاسلام (۱۳)

ان کی آبادی میں ان مذکورہ چیزوں کے اظہار سے ان کو نہیں روکا جائے گا، جیسے خمر و خنزیر اور ناقوس بجانا، اور ایسے ہی اس شہر میں بھی منع نہیں کیا جائے گا جو مسلمانوں کے شہر نہیں

ہیں، اگر چہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس آبادی میں رہتی ہو۔

ریاستی امور میں غیر مسلموں کا حصہ

اس کے باوجود کہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے، اس کے امور کو خاص اسلامی نقطۂ نظر سے چلانا ضروری ہوتا ہے، مگر اسلام اس قدر گنجائش ضرور فراہم کرتا ہے کہ بعض امور میں غیر مسلموں کو ریاستی امور کا ذمے دار بنایا جا سکے۔ چناں چہ ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، جب ریاستی معاملات میں مسلمان حکمرانوں نے غیر مسلموں کو براہ راست شریک کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جو نئے علاقے اسلامی ریاست کا حصہ بنے، وہاں کے انتظامی امور جن غیر مسلموں کے سپرد تھے، بعد میں بھی کم وبیش وہی رہے، اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں حمص میں زکوۃ اور دیگر واجبات کی وصولی کے لئے ایک عیسائی شخص کو ذمے دار مقرر کیا گیا تھا۔ (۱۴)

اس نوعیت کی دوسری مثالیں بھی موجود ہیں۔

شخصی معاملات

اسلام شخصی معاملات (Personal Law) میں بھی اپنی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو مکمل شخصی آزادی دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ آزادی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی روابط میں اضافے کا باعث بنتی ہے، اور اس سے ان کے مابین ہم آہنگی اور یگانگت پروان چڑھتی ہے۔ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ غیر مسلموں کے شخصی معاملات میں ان کے اپنے قانون کو مدنظر رکھا جائے گا، اور اس حوالے سے اسلامی قوانین کو زیر غور نہیں لایا جائے گا۔ چناں چہ اگر ان کے ہاں بغیر گواہ کے نکاح جائز ہو، یا محرمات کے ساتھ نکاح ان کے مذہب میں درست سمجھا جاتا ہو تو انہیں اس کی اجازت دی جائے گی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ایک بار حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا تھا کہ کیا بات ہے خلفائے راشدین نے ذمیوں کو محرمات کے ساتھ نکاح اور شراب اور خنزیر کے معاملے میں آزاد چھوڑ دیا ہے؟ تو حضرت حسن بصری نے جواب میں فرمایا:

انما بذلوا الجزیة ما یعتقدون و انما انت متبع و لا مبتدع. (۱۵)

انہوں نے جزیہ دینا اسی لئے قبول کیا ہے تاکہ انہیں ان کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر

کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور تمہارا کام تو سلف کے طریقے کی پیروی کرنا ہے، نہ کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا۔

عدل وانصاف

اسلام عدل وانصاف کا مذہب ہے، اس کی نظر میں عدل وانصاف یہ نہیں ہے کہ صرف مسلمانوں کا خیال رکھا جائے، بل کہ انصاف کا جو بھی تقاضا ہو اسے ہر صورت میں نبھانا اسلام کا مزاج بھی ہے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید بھی۔ چناں چہ قرآن کہتا ہے کہ دشمن کے معاملے میں فیصلہ کرتے ہوئے بھی انصاف سے کام لینا ازبس ضروری ہے۔ قرآن کہتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ o وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا o اِعْدِلُوْا اقف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى o وَاتَّقُوا اللّٰهَ o اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O (۱۶)

اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف سے گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ترک نہ کرو (اور) عدل کیا کرو، یہی پرہیزگاری سے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اس آیت کریمہ نے ان غیر مسلموں کے بارے میں اسلام کا حکم واضح ہے جو اسلامی ریاست میں ہر طرح کے قوانین کی پابندی کرتے ہوئے رہتے اور بستے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان حکمران کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ان السلطان ظل الله فی الارض یاوی الیه کل مظلوم من عباده فاذا عدل کان له الاجر وعلی الرعیة الشکر، و اذا جار کان علیه الاصر وعلی الرعیة الصبر (۱۷)

سلطان روئے زمین پر اللہ کا سایہ ہے، جس کی طرف خدا کے مظلوم بندے پناہ لیتے ہیں، جب وہ انصاف کرتا ہے تو وہ مستحق اجر ہوتا ہے اور رعایا پر شکر گزاری واجب ہوتی ہے، اور جب ظلم وجور کرتا ہے تو وہ گناہ گار رہتا ہے اور اس وقت رعایا کو صبر سے کام لینا چاہئے۔

مسلمانوں کا یہ حد درجہ مبنی بر انصاف رویہ غیر مسلموں کے غیر جانب دار طبقے کے لئے بھی متاثر کن

ہے۔ چناں چہ اسلامی ریاست میں عدل و انصاف کی فراہمی کے حوالے سے اسلامی روایات کو سراہتے ہوئے گستاؤ لیبان کہتا ہے:

> خلفائے راشدین کے زمانے میں ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا، اور ایک ہی قانون سب کے لئے تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ نفس نفیس خود عدالت کے سامنے مدعی بن کر آئے، اور ایک شخص پر دعویٰ کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی، جس وقت غسان کا نصرانی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے آیا تو ایک اعرابی نے نادانستہ اسے دھکا دیا، اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا، اعرابی کی نالش پر حضرت عمر نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی بادشاہ کو مارے، اس پر بادشاہ نے کہا اے امیر المومنین کہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بادشاہ کو ہاتھ لگائے، خلیفہ نے جواب دیا کہ اسلام کا قانون یہی ہے، اسلام میں نہ درجے کی عزت ہے، نہ ذات کی، ہمارے پیغمبر خدا کی نظر میں سب برابر ہیں اور ان کے خلفا میں بھی یہی روایات قائم رہیں گی۔ (۱۸)

دفاعی امور میں غیر مسلموں کی شرکت

دفاعی امور میں بھی غیر مسلم براہ راست شریک ہو سکتے ہیں، اور ان کی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے، ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ چناں چہ امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

> غیر مسلموں سے جنگ کے موقع پر مدد لی جا سکتی ہے۔ (۱۹)

اسی طرح جنگ کی صورت میں جو وصولی مالِ غنیمت کی شکل میں حاصل ہوگی، اس میں بھی غیر مسلموں کا حصہ ہوگا، اور ان کی شرکت جس نوعیت کی ہوگی، اس کے بہ قدر ان کو حصہ دیا جائے گا۔ (۲۰)

غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت اور اس کی مختلف صورتیں

معاشرتی اعتبار سے غیر مسلموں کو وہ تمام سہولتیں حاصل ہیں، جو کسی اسلامی ریاست کے مسلمان شہری کو حاصل ہوتی ہیں، اس کی بہت سی مثالیں اور بہت سے نظائر ہمیں عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اور پھر عہد صحابہ میں ملتے ہیں، ذیل میں ہم انہیں علیحدہ علیحدہ عنوانات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

خاندانی تعلقات

خاندان وہ پہلی اکائی ہے جو انسانی معاشرے کی بنیاد بنتی ہے، اور انسانی معاشرہ ہی وہ جوہر ہے جس نے بڑھتے ہوئے آج پوری دنیا کو گلوبل ولیج کی صورت دے دی ہے۔ اسلام خاندان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتا ہے، اور اسے بھر پور اہمیت دیتا ہے، بل کہ بہ طور مذہب بھی اور بہ اعتبار نظام بھی وہی تنہا خاندان کو اس کی صحیح حیثیت دینے کا علم بردار ہے۔ خاندان کی یہ اہمیت فقط مسلمانوں کے لئے نہیں، اسلام کی اپنے ماننے والوں کو ہدایت یہ ہیں کہ ان کے غیر مسلم اقربا بھی ان کی خیر خواہی سے کسی طور پر بھی محروم نہیں رہنے چاہئیں۔ اسلام کی یہ جامع ہدایات غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کی رواداری، ان سے ہم آہنگی اور مسلم معاشرے میں انسان دوستی پر مبنی یگانگت کے فروغ کے لئے نہایت اہم اور بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے۔

والدین سے حسن سلوک

والدین کسی بھی خاندان کی بنیاد ہوتے ہیں، اس لئے خاندان کی سطح پر اسلام نے سب سے زیادہ جن کا خیال رکھنے کی تلقین کی ہے، وہ والدین ہی ہیں۔ پھر اسلام کی ہدایات یہ ہیں کہ والدین خواہ غیر مسلم بھی ہوں، ان سے عزت واحترام کا معاملہ ہی کیا جائے گا، اور ہر اعتبار سے ان کی خیر خواہی کی جائے گی، قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کہ وہ والدین کا حق پہچانے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ والدین کا بھی شکر گزار رہے، آگے فرمایا:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ز (۲۱)

اور اگر وہ تجھے مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ شرک کر جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تو ان کی بات نہ ماننا، اور ان کے ساتھ اچھائی کے ساتھ برتاؤ کرنا۔

یہ آیت وضاحت سے بتاتی ہے کہ غیر مسلم والدین کے ساتھ انسانی روابط کی حدود کیا ہیں؟ وہ اگر کسی غیر شرعی بات کا حکم دیں، کسی نافرمانی پر ابھاریں یا کسی اچھائی سے منع کریں تو بے شک ادب واحترام کے ساتھ ان سے اختلاف کیا جائے، مگر پھر بھی ان سے روابط میں تلخی نہ آنے پائے، اور ان کے ساتھ رویہ ہر اعتبار سے خیر خواہی والا ہی برقرار رہنا چاہئے۔ چناں چہ امام جصاص کہتے ہیں کہ کفر وشرک ان سے کسی قسم کی بدسلوکی کو جواز نہیں بن سکتا۔ (۲۲)

چناں چہ فقہا نے وضاحت سے لکھا ہے کہ غیر مسلم والدین کا نان نفقہ اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل انسان پر واجب ہے، علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

لیس من المعروف ان یعیش فی نعم اللہ تعالی و یترکھما جوعا (۲۳)

یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ انسان خود تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا رہے اور والدین کو بھوکا چھوڑ دے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی والدہ ان سے ملنے آئیں، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ کیا میں ان کی مدد کرسکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (۲۴)

اسی طرح غیر مسلم والدین سے تحائف کا تبادلہ بھی ہوسکتا ہے، اور ان کے ہدایا بھی قبول کئے جاسکتے ہیں، حضرت اسماء کے اس واقعے میں یہ تفصیل بھی مذکور ہے کہ وہ چند چیزیں بہ طور تحفہ لائی تھیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تحفے کو قبول کرنے کا بھی حکم فرمایا۔ (۲۵)

رشتے داروں سے تعلقات

والدین کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کا مرحلہ آتا ہے، اسلام نے اس حوالے سے جہاں مسلمان رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں جامع ہدایات دی ہیں، وہیں غیر مسلم رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی بھی تلقین کی ہے، اور ان سے تعلقات نبھانے کا بھی حکم دیا ہے۔ اسلامی قوانین کی رو سے غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان مبارک ہے:

لا یرث المسلم الکافر، ولا الکافر المسلم (۲۶)

نہ تو مسلمان کافر کا وارث ہوگا، نہ کافر مسلمان کا۔

لیکن وراثت کے علاوہ مسلمان اپنے غیر مسلم رشتے داروں کی مدد و اعانت کرسکتا ہے اور اپنے مال میں سے ان کے لئے وصیت بھی کی جاسکتی ہے۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے اپنے ایک یہودی عزیز کے لئے وصیت فرمانا ثابت ہے۔ چناں چہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

باعت صفیة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم داراً لھا من معاویة بمأة الف،

فقالت لذی قرابة لها من الیھود اسلم، فلك ان اسلمت ورثتنی، فابی، فاوصت له، قال بعضهم بثلاثین الفاً (۲۷)

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مکان حضرت معاویہ کو ایک لاکھ میں فروخت کیا، انہوں نے اپنے ایک یہودی عزیز سے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میرے وارث بن جاؤ گے، اس نے انکار کر دیا، پھر انہوں نے اس کے لئے وصیت کی، جو بعض لوگوں کے قول کے مطابق تیس ہزار کی تھی۔

اس بنا پر امام شعبی کا قول ہے کہ مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ نصرانی کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔ (۲۸)

رشتے داروں سے حسن سلوک کا ایک طریقہ اس کے قرض دار ہونے کی صورت میں اس کا قرض معاف کرنا بھی ہے، اس کی مثال بھی ہمیں ملتی ہے، چناں چہ عبداللہ بن دوان نے ایک بار حضرت مجاہد سے سوال کیا کہ کیا میں اپنے مشرک رشتے دار کا قرض معاف کر دوں، جو میرا مقروض ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (۲۹)

غیر مسلم والدین کی طرح اپنے دیگر غیر مسلم اعزا و اقارب کے ساتھ ہدایا کا تبادلہ بھی ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بار ریشم کا قیمتی جوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدیے میں ملا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ آپ نے تو مردوں کو ریشم کے استعمال سے منع فرمایا ہے، پھر اس کا میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ اس لئے نہیں دیا کہ تم اسے پہنو، بل کہ اسے کسی استعمال میں لاؤ، اور اس سے فائدہ اٹھاؤ، یہ سن کر انہوں نے اپنے ایک مشرک بھائی کو وہ جوڑا ہدیہ کر دیا۔ (۳۰)

عام معاشرتی روابط

اسلام میں جیسا کہ سب واقف ہیں تمام معاشرتی روابط پر بھی بڑا زور دیا گیا ہے، اور معاشرے کے تمام طبقات کے مابین اچھے تعلقات کی تاکید کی گئی ہے، مگر یہ تعلقات بھی خالصتاً انسانی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں، اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں ہے، اسلام اپنے عقائد اور نظریات کے بارے میں ادنیٰ مداہنت کا رویہ اختیار کئے بغیر ان سب تعلقات کو نبھانے اور معاشرے میں ہم آہنگی اور مکمل اتحاد کی

دعوت دیتا ہے۔ ان معاشرتی روابط کی بہت سی صورتیں ہیں، چند صورتیں پیش کی جاتی ہیں۔

غیر مسلم پڑوسیوں سے تعلقات

پڑوس اگر اچھا ہو تو انسان کی بہت سی پریشانیاں از خود ختم ہو جاتی ہیں، اس لئے پڑوس سے خیر خواہی پر مبنی تعلقات از حد ضروری ہیں، اسلام نے اس حوالے سے جو ہدایات دی ہیں، وہ اس تناظر میں دی گئی ہیں، اور ان میں مسلم اور غیر مسلم یکساں ہیں، چناں چہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

قال العلماء الاحادیث فی اکرام الجار جأت مطلقة غیر مقیدة حتی الکافر (۳۱)

علما نے کہا ہے کہ پڑوسی کے اکرام واحترام میں جو احادیث آئی ہیں وہ مطلق ہیں اس میں کوئی قید نہیں ہے، کافر کی بھی قید نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں بکری ذبح ہوئی تو آپ نے گھر والوں سے ایک سے دو بار دریافت کیا کہ ہمارے یہودی پڑوسی کو اس میں سے کچھ بھیجا ہے؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے پڑوس کے سلسلے میں اس قدر تاکید کرتے تھے کہ مجھے خیال ہوتا تھا کہ کہیں وہ اسے وارث نہ بنا دیں۔ (۳۲)

غیر مسلموں کی مالی مدد

غیر مسلم اگر تنگ دست اور محتاج ہو تو اس کی بھی مالی مدد صدقات وخیرات کی شکل میں کرنی چاہئے، چناں چہ قرآن حکیم کی آیت

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (۳۳) ترجمہ کے ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا کہ کسی بھی دین کے ماننے والا تم سے سوال کرے تو اس پر خرچ کرو۔ (۳۴)

چناں چہ حنفیہ کے ہاں یہی مسئلہ ہے، صاحب ہدایہ وضاحت سے فرماتے ہیں:

ولا یجوز ان یدفع الزکوة الی ذمی و یدفع الیه ما سوی ذلك من الصدقة (۳۵)

کسی ذمی کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، اس کے علاوہ دوسرے صدقات اسے دیئے جاسکتے ہیں۔

غیر مسلم کا ذبیحہ

غیر مسلموں میں سے اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے روابط میں یہ مزید سہولت بھی حاصل ہے کہ خود قرآن حکیم کے حکم کے مطابق ان کا ذبیحہ حلال ہے، اور اسے استعمال میں لانا جائز ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ۪ وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ ز (۳۶)

آج تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں، اور ان لوگوں کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے جو اہل کتاب ہیں، اور تمہارا کھانا ان کے لئے بھی حلال ہے۔

اس آیت مبارکہ میں طعام کا لفظ استعمال ہوا ہے، مفسر اعظم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تصریح کے مطابق اس سے ذبیحہ ہی مراد ہے، امام بخاری لکھتے ہیں:

قال ابن عباس طعامهم ذبائحهم (۳۷)

اسی طرح اس آیت کے آخری حصے سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ مسلمان بھی انہیں اپنے طعام میں شریک کرسکتے ہیں، اور ان کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

غیر مسلم کو سلام کرنا اور دعا دینا

اسلامی معاشرت میں ایک دوسرے کو سلام کرنا، اس سے خندہ پیشانی سے ملنا اور بات کرنا، اس سے خیرخواہی کا معاملہ کرنا اور اسے دعائیں دینا بنیادی امر سمجھا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور کی نہایت سخت تاکید فرمائی ہے، اس حوالے سے بھی مسلمان اور غیر مسلم کی تفریق نہیں ہے، چناں چہ حضرت امامہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سلام مسلمانوں کے لئے برکت کی دعا اور ذمیوں کے لئے امن وامان کا اظہار ہے۔ (۳۸)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اذا كانت لك حاجة عند يهودى او نصرانى فابداه بالسلام (۳۹)

جب تمہیں کسی یہودی یا نصرانی سے کوئی حاجت درپیش ہو تو اس سے ملاقات کا آغاز سلام سے کرو۔

اسی طرح اگر غیر مسلم سلام کرے تو اس کا جواب بھی دیا جائے گا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ردوا السلام علی من کان یھودیا او نصرانیا او مجوسیا (۴۰)

ہر شخص کے سلام کا جواب دیا کرو، خواہ وہ یہودی ہو، نصرانی ہو یا مجوسی ہو۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہودی کو دعا دینا بھی ثابت ہے، جس سے غیر مسلموں کو دعا دینے کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے پینے کی کوئی چیز طلب کی، اس نے وہ پیش کی تو آپ نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالی تمہیں حسین وجمیل رکھے۔ چناں چہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے۔ (۴۱)

عیادت

سماجی تعلقات میں ایک اہم چیز مریضوں کی عیادت ہے۔ بیمار پڑ جانے والے بھائی کی عیادت اور تیمارداری کرنا اس کی راحت کا سامان کرنا اور اس کے لئے کلمات خیر کہنا بھی بہت بڑی بھلائی شمار ہوتا ہے، جس کی اسلام نے بڑی تاکید کی ہے، اس بارے میں بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔ چناں چہ احادیث سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی عیادت فرمائی ہے، چناں چہ عبدالرزاق کی روایت میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودی لڑکا پڑوسی تھا، وہ ایک بار بیمار پڑ گیا، آپ ﷺ کو علم ہوا تو صحابہ کے ہم راہ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اور اس سے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، یہ سن کر اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، وہ چپ رہا، اس پر لڑکا بھی چپ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنی بات دہرائی، پھر تیسری بار فرمایا تو اس کے باپ نے اسے کہا کہ تمہیں جو کہا جا رہا ہے وہ جملے دہرا دو (یعنی اسلام قبول کرلو) چناں چہ اس نے وہ جملے کہہ دیئے، اس پر اس کا انتقال ہو گیا، اس کے انتقال کے بعد یہودیوں نے اس کی تدفین کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں، چناں چہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کے غسل اور بعد میں کفن ودفن کا انتظام فرمایا اور اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (۴۲)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کی بھی ان کے مرض وفات میں عیادت فرمائی تھی۔ (۴۳)

اس کے ساتھ ساتھ غیر مسلم کے جنازے کے ساتھ چلنا بھی ثابت ہے، عبدالرزاق ہی کی روایت ہے، عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ اگر مسلمان اور کافر کے مابین قریبی قرابت داری ہے تو اسے چاہئے کہ جنازے میں شرکت کرے۔ (۴۴) اور جنازے کے احترام میں کھڑے ہونا تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، چناں چہ بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کے سامنے سے جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہوگئے، عرض کیا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ نفس (جان) نہیں؟۔ (۴۵)

اسی طرح غیر مسلم سے اس کے اعزا کے انتقال پر تعزیت بھی کی جاسکتی ہے، ابن جریج اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ مسلم تعزیت کرتے ہوئے غیر مسلم سے یوں کہے:

للّٰہ السلطان و العظمة، عش یا ابن آدم ما عشت، لا بد من الموت (۴۶)

اللہ ہی کے لئے تمام قوت اور عظمت ہے، اے بنی آدم جب تک زندگی ہے مزے کرو، آخر موت نے تو آنا ہی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی یہودی یا نصرانی کے کسی عزیز کا انتقال ہو جائے تو اس سے کیسے تعزیت کی جائے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ یوں کہو:

ان اللہ کتب الموت علی خلقه، فنسأل اللہ ان یجعله خیر غائب ینتظر، و انا للّٰہ و انا الیه راجعون، علیك بالصبر فیما نزل بك، لا ینقص اللہ لك عددا (۴۷)

اللہ نے موت کو اپنی ہر مخلوق کے لئے مقدر کر دیا ہے، ہماری دعا ہے کہ موت جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، جب آئے تو خیر کے ساتھ آئے، انا للّٰہ و انا الیه راجعون، جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد کم نہ کرے۔

کاروباری تعلقات

اسلام غیر مسلموں کو مکمل معاشی آزادی بھی دیتا ہے، چناں چہ اسلام انہیں اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ وہ صنعت وحرفت، تجارت و زراعت اور دوسرے تمام شعبوں اور میدانوں میں اپنی پیشہ ورانہ سرگرمیاں مکمل آزادی اور اپنی پسند و دلچسپی کے ساتھ جاری رکھیں، ان پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی جو ریاست کے مسلم شہریوں پر نہ ہو، یا غیر مسلموں کے حوالے سے امتیازی سمجھی جائے۔ حتیٰ کہ وہ

چیزیں جو ان کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں مگر مسلم معاشرے میں ان کا داخلہ منع ہے، غیر مسلموں کو ان کے بارے میں بھی مکمل آزادی حاصل ہے، چناں چہ غیر مسلموں کو اپنے درمیان شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت کی بھی مکمل آزادی حاصل ہے، حتیٰ کہ اگر مسلمان کسی غیر مسلم کی مملکت میں موجود خنزیر یا شراب کو نقصان پہنچاتا ہے، اور وہ ضائع ہوجاتی ہے تو مسلمان اس کا تاوان ادا کرنے کا ذمے دار ہوگا، فقہا کی وضاحت ملاحظہ ہو:

و یضمن المسلم قیمۃ خمرہ و خنزیرہ اذا اتلفہٗ (۴۸)

مسلمان شراب اور خنزیر کی قیمت کا ضامن ہوگا، اگر اسے تلف کرے گا۔

دوسری جانب اسلام یہ گنجائش بھی دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں سے کاروباری لین دین بھی ہوسکتا ہے، ان سے خرید و فروخت کی جاسکتی ہے، ان سے ادھار لیا جاسکتا ہے، اور ان تمام امور میں خیر خواہی کا جذبہ بے دار رہنا چاہئے، اور عدل و انصاف سے کام لینا چاہئے۔

چناں چہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود سے ادھار لینا بھی ثابت ہے، زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ جب اسلام نہیں لائے تھے اور لین دین کا کاروبار کرتے تھے، اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ قرض لیا، معیاد پوری ہونے میں ابھی وقت باقی تھا کہ انہوں نے آکر تقاضا کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کھینچ کر آپ کو سخت سست کہا اور کہنے لگے کہ عبدالمطلب کے خاندان والو تم ہمیشہ یوں ہی حیلے بہانے کیا کرتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سب سن کر غصے سے بے تاب ہوگئے اور ان سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ اے دشمن خدا تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ مگر آپ نے ایک یہودی کی اس کھلی گستاخی اور اشتعال انگیزی کو مکمل تحمل اور نہایت اطمینان سے برداشت کیا اور اسے کچھ کہنے کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے تو تم سے یہ امید تھی کہ تم اسے سمجھاتے کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے کہتے کہ میں اس کا قرض ادا کردوں اور پھر ان سے فرمایا کہ اس قرض ادا کر کے اسے بیس صاع کھجور زیادہ ادا کردو۔ (۴۹)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ خریدا، اور اپنی زرہ بہ طور رہن اس کے پاس رکھی۔ (۵۰)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی مزید وضاحت ملتی ہے، فرماتے ہیں:

اشتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاما من یھودی للنسبۃ، ورھنہ

درعاله من حديد (۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے طعام خرید اتھا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ رہن رکھی تھی۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تب بھی آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی، جس سے آپ نے تمیں صاع جو اپنے اہل خانہ کے لئے خرید فرمائے تھے۔ (۵۲)

یہ وہ تمام نظائر تھے، جن کی روشنی میں اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کو متعین کیا جا سکتا ہے۔ اور ان پر غور کرنے سے یہ حقیقت ہمارے سامنے روشن ہو سکتی ہے کہ اسلامی معاشرہ قانوناً بھی اور اخلاقاً بھی اپنے ہاں بسنے والے کسی بھی غیر مسلم کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟ اس کا کس طرح خیال رکھتا ہے، اس کو کیا کیا حقوق عطا کرتا ہے؟ اور اسے کس کس اعتبار سے مکمل آزادی عطا کرتا ہے؟ جس کا بعض صورتوں میں وہ اپنی ہم مذہب ریاست میں بھی تصور نہیں کر سکتا۔

غیر مسلموں سے بین الاقوامی تعلقات

دوسرا نکتہ جو بین المذاہب ہم آہنگی اور یگانگت کے اسلامی تصور کو واضح کرتا ہے، وہ ہے اسلامی ریاست اور مسلمانوں کا دوسری غیر اسلامی ریاستوں اور وہاں بسنے والے غیر مسلموں سے تعلق۔ اس میں دوسری غیر مسلم مذہبی ریاستیں بھی شامل ہیں، اور ریاستیں بھی شامل ہیں جو سیکولر ہونے کی دعوے دار ہیں۔

غیر مسلموں سے تعلقات کی بہت سے نوعیتیں ہیں، جن پر تفصیل سے گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے، لیکن اس کے چند پہلوؤں کو یہاں اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

بین الاقوامی معاہدے

غیر مسلم ریاستوں سے اسلامی حکومت معاہدے کر سکتی ہے، اور یہ معاہدے صلح، امن، دفاع و سلامتی اور ایک دوسرے سے تعاون پر مبنی ہو سکتے ہیں، پھر ان معاہدوں میں جو بھی شرائط طے ہو جائیں تو ان کی پاس داری لازمی اور ناگزیر ہے۔ ہر قسم کے عہد اور معاہدے کی پاس داری کے لئے قرآن کریم میں یہ حکم موجود ہے:

وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ۝ (۵۳)

اور عہد کو پورا کرو، بلاشبہ عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔

دوسری جانب عہد توڑنے پر سخت وعید دی گئی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل غادر لواء یوم القیامۃ یریٰ یوم القیامۃ یعرف بہ (۵۴)

ہر دھوکے باز کے لئے قیامت کے روز ایک جھنڈا ہوگا، جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو یہ قانون قدرت بھی بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

ماختر قوم بالعھد الا سلّط اللہ علیھم العدو (۵۵)

جب کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ لازماً دشمن کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔

اسلام کے نقطۂ نظر سے عہد کی پاس داری کے سلسلے میں مسلمان اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چناں چہ میمون بن مہران فرماتے ہیں:

من عاھد تہ اوف بعھدہ مسلما کان او کا فرا، فانما العھد للہ تعا لی (۵۶)

جب بھی تم کوئی معاہدہ کرو تو اسے ضرور پورا کرو، خواہ تم نے مسلمان سے معاہدہ کیا ہو یا کافر سے، اس لئے کہ یہ معاہدہ تو تم نے درحقیقت خدا سے کیا ہے۔

اسلام میں معاہدوں کو حاصل ہونے والے اسی اعزاز واحترام کا نتیجہ تھا کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کہ ابھی معاہدے پر دستخط بھی نہیں ہوئے تھے، ابو جندل بن سہیل بن عمرو بیڑیاں پہنے ہوئے گرتے پڑتے مسلمانوں کے پاس پہنچے تو سہیل نے جو مشرکین مکہ کی جانب سے معاہدے میں شریک تھا، یہ اعتراض کیا کہ معاہدے کی شق کے مطابق آپ اس کو واپس بھیجنے کے پابند ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو تحریر مکمل نہیں ہوئی، سہیل نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) یہ پہلی بات ہے۔ جس پر میں نے آپ سے صلح کی ہے کہ آپ اس کو (ابوجندل) مجھے واپس کر دیں۔ آپ نے فرمایا بے شک ہم نے ابھی تحریر مکمل نہیں کی ہے۔ سہیل نے کہا خدا کی قسم پھر ہم کبھی بھی آپ سے کسی بات پر مصالحت نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو میری ضمانت میں دے دو، اس نے کہا میں اس کو آپ کی ضمانت میں نہیں دے سکتا۔ آپ نے پھر فرمایا ہاں تم اس کو میری ضمانت میں دے دو۔ سہیل نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔ ابو جندل نے کہا اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا، جب کہ میں مسلمان ہوکر آیا ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں نے کیا کیا تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ابو جندل صبر کرو اللہ تعالیٰ جلد تم لوگوں کے لئے سامان پیدا کرے گا۔ (۵۷)

اس طرح صلح کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس پہنچے تو ابو بصیر عتبہ بن اسد مسلمان ہو کر اور مکے سے فرار ہو کر مدینے پہنچے، قریش نے فوراً معاہدے کا حوالے دے کر دو آدمی بھیجے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر کو واپس کر دیا، مگر انہوں نے ذوالحلیفہ پر اہل مکہ کے ایک ہرکارے کو قتل کر دیا، دوسرا بھاگ کر مدینے پہنچا، ابو بصیر بھی وہاں پہنچے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر واپس کرنے کی بات کی تو وہ از خود وہاں سے نکل کر سمندر کے کنارے پہنچ گئے، رفتہ رفتہ وہاں کئی افراد مکے سے آکر جمع ہو گئے، اور وہاں انہوں نے گھات لگا کر اہل مکہ کے قافلوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا، جس پر قریش نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ابو بصیر کو منع کریں، چناں چہ آپ نے انہیں منع کر دیا اور مدینے آنے کی اجازت دے دی اور قرآن حکیم میں یہ آیات نازل ہوئیں:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ (۵۸)

اور وہی تو ہے جس نے تمہیں مکہ شہر میں ان پر فتح یاب کرنے کے بعد ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور جو کچھ تم کرتے رہتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور یہ کافر وہی تو ہیں جنہوں نے انکار کیا اور تمہیں مسجد الحرام سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو بھی ان کی جگہ پر پہنچنے سے روک دیا۔ (۵۹)

ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غیر مسلموں سے کئے گئے معاہدوں کے بارے میں بھی اسلام کس قدر حساس ہے، اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر فریق ثانی معاہدے کی خلاف ورزی کرے یا آپ اس پر اطمینان نہ رکھتے ہوں اور معاہدہ ختم کرنے کی نوبت آجائے تو علانیہ اس کا خاتمہ کیا جائے۔ اس معاملے میں کسی خفیہ فیصلے یا خفیہ پیش رفت کی قطعاً اجازت نہیں نہ خاموشی سے ایسی کسی قوم پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔

قرآن حکیم میں فرمایا:

اَلَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَإِمَّا تَخَافَنَّ

مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ O (۶۰)

جن لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا تھا پھر ہر بار وہ اپنے عہد کو توڑ ڈال دیتے ہیں اور وہ ڈرتے نہیں۔ پھر اگر کبھی آپ ان کو لڑائی میں پالیں تو ان کو ایسی سزا دیں کہ جو لوگ ان کے پیچھے ہیں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں، تاکہ ان کو عبرت ہو۔ اور اگر آپ کو کسی قوم کی دغا بازی کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دیجئے تاکہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں، بے شک اللہ تعالیٰ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت مبارکہ کی تشریح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک میں ملتی ہے، فرمایا جس کسی نے کسی قوم سے معاہدہ کیا تو وہ اسے نہ توڑے، حتیٰ کہ عہد کی مدت گزر جائے، یا اسے علانیہ ختم کردو۔ (۶۱)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ملا علی قاری علامہ طیبی کا قول نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

ای یعلمهم انه یرید ان یغزوهم و ان الصلح قد ارتفع، فیکون الفریقان فی علم ذالك سواء (۶۲)

انہیں بتا دیا جائے کہ ہم اب ان سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں، اور صلح ختم ہو چکی ہے، اور اب دونوں فریق اس معاملے میں برابر یعنی اس معاہدے سے آزاد ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب ایک بار اس قسم کا واقعہ پیش آیا تو ایک صحابی رسول کی طرف سے توجہ دلانے پر انہوں نے اپنا طریقۂ کار تبدیل کر دیا۔ واقعہ یہ تھا کہ حضرت معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں ایک متعین مدت کے لئے رومیوں (عیسائیوں) سے صلح کا معاہدہ کیا تھا، ابھی وہ مدت ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ انہوں نے رومی سرحد پر اپنی فوج اس ارادے سے جمع کرنی شروع کر دی کہ جوں ہی معاہدے کی مدت ختم ہو وہ ان پر حملہ کر دیں، عین اسی حالت میں جب کہ فوجیں سرحد پر جمع ہو رہی تھیں مشہور صحابی حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو اس صورتِ حال کا علم ہوا، وہ فوراً وہاں پہنچ گئے اور کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، معاہدے کی بدعہدی کی جا رہی ہے اور انہوں نے اس کارروائی کے خلاف سخت احتجاج کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس احتجاج کی وجہ پوچھی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا کہ جس نے کوئی معاہدہ کیا ہے وہ اس کو نہ توڑے اور نہ اس پر حملہ کرے، الا یہ کہ مدت ختم ہو جائے اور پھر ان کو معاہدہ ختم کرنے کی اطلاع دے، چناں چہ

حضرت معاویہ نے اپنی جنگی کاروائی روک دی اور واپس لوٹ آئے۔ (۶۳)

مختلف معاہدے

غیر مسلم حکمرانوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف نوعیتوں کے معاہدے کئے ہیں، جن سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اسلامی ریاست غیر مسلموں سے اس سلسلے میں اپنی ضرورت، ترجیحات، مقاصد اور مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے معاہدے کر سکتی ہے۔ چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی نوعیتوں کے معاہدے ثابت ہیں۔

ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

معاھدات امن و صلح

یہ معاہدے دو ممالک یا زائد آپس میں صلح و امن کے لئے کرتے ہیں، یہ معاہدے دونوں حکومتوں کے سربراہ اور ان کے معاونین باہم مشاورت سے ترتیب دیتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش مکہ سے معاہدۂ صلح حدیبیہ اسی نوعیت کا معاہدہ تھا، جس میں یہ طے کیا گیا تھا:

۱۔ دس سال تک دونوں فریقوں میں جنگ بند رہے گی، اس دوران کوئی ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

۲۔ عرب قبائل کو اختیار ہو گا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو جائیں۔

۳۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس مکہ چلا جائے گا، اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ قریش کا جو شخص اپنے ولی یا آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینہ جائے گا اس کو واپس کیا جائے گا، اگر چہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔

۵۔ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے، آئندہ سال آئیں اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہ لائیں سوائے تلوار کے اور وہ بھی نیام یا غلاف میں ہو۔ صرف تین دن مکہ میں قیام کریں اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔ (۶۴)

معاھدۂ جوار

معاہدے کی دوسری نوعیت یہ ہوتی ہے کہ دو یا زائد فریق جو آپس میں پڑوسی ہوتے ہیں، حکومتی سطح

پر یہ طے کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے، اور باہمی مفادات میں مشترکہ اقدامات کریں گے، میثاق مدینہ سے اس بارے میں ہمیں راہنمائی ملتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ مدینہ منورہ میں دیگر جو قبائل شریک تھے، ان میں یہی بات دہرائی گئی تھی کہ وہ تمام قبائل جو مدینے کی اسلامی ریاست سے معاہدہ کریں گے، اپنے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے مکمل پابند ہوں گے، چند شقیں دیکھئے.

۱۔ یہ ایک تحریری معاہدہ ہے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول کا مسلمانوں قریش (مہاجرین) اور اہل یثرب (انصار وغیرہ) کے درمیان اور جو ان کے تابع ہیں ان کے درمیان اور جو لوگ بھی ان کے تابع ہیں اور ان کے ساتھ جہاد کریں۔

۲۔ تمام (دنیا کے) لوگوں کے مقابلے میں ان کی علیحدہ وحدت (امت) ہوگی۔

۳۔ قریش یعنی مکہ سے آنے والے اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور اپنا خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور آپ سے یہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑایا کریں گے، تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۴۔ اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا جبراً کوئی چیز حاصل کرنا چاہے یا گناہ یا ظلم کا ارتکاب کرے یا کوئی شخص ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے تو ایسے شخص کے خلاف بھی ان کے ہاتھ اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۵۔ اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

۶۔ اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو تو اس کے بارے میں خدا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رجوع کیا جائے۔

۷۔ اور یہود اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۸۔ اور اگر کوئی یثرب یعنی مدینہ منورہ پر حملہ کرے گا تو مسلمان اور یہودی مل کر ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۹۔ (الف) اور اگر ان کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے ہی امر کے لئے بلائیں تو مومنین کا فریضہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں بہ جز اس

کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

(سب) ہر گروہ کے حصے میں اس رخ کی (مدافعت) آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔(۶۵)

معاہدۂ امان

کوئی حکومت اگر کسی دوسری متحارب قوت سے چند شرائط پر معاہدہ کرے، اور اس میں اسے مشروط طور پر امن سے زندگی گزارنے کا حق دیا جائے تو یہ معاہدۂ امان کہلاتا ہے، عہد نبوی میں اس کی مثال معاہدۂ نجران ہے، جو نجران کے عیسائیوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین طے پایا تھا، یہ معاہدہ خصوصیت کے ساتھ اسلامی رواداری اور وسعت قلبی کا آئینہ دار ہے، اسی وجہ سے اسے ہر دور میں انسانیت کے اعلیٰ ترین اخلاقی تصور کی بنیاد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

اس معاہدے کا متعلقہ حصہ ملاحظہ ہو:

و لنجران و حاشيتها جوار لله و ذمة محمد النبي رسول الله على اموالهم و انفسهم و ارضهم و مالهم و غائبهم و شاهدهم و عشيرتهم و بيعهم وكل ما تحت ايديهم من قليل او كثير، لا يغير أسقف من اسقفيه و لا راهب من رهبانيته ولا كاهن من كهانته وليس عليه دنية ولا دم جاهلية و الا يخسرون و لا يعسرون ولا يطأ ارضهم جيش، ومن سأل منهم حقا فبينهم النصف غير ظالمين و لا مظلومين، ومن أكل ربا من ذي قبل فذمتي منه بريئة، ولا يؤخذ رجل منهم بظلم آخر وعلى ما في هذا الكتاب جوار الله و ذمة محمد النبي رسول الله أبداً حتى يأتي الله بامره، مانصحوا و اصلحوا ما عليهم غير متفلتين بظلم (٦٦)

نجران اور ان کے ماتحت اور ہم نوا لوگوں کے لئے اللہ کی پناہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمے داری ہے، ان کے مال، جان، زمین اور مذہب کی، اس میں وہ تمام لوگ جو موجود ہیں اور ان کے خاندان اور گرجے اور جو کچھ کم وبیش ان کے پاس ہے، وہ سب اس ذمے داری میں داخل ہیں، کوئی پادری اپنے عہدے اور کوئی راہب اپنی رہبانیت سے روکا نہیں جائے گا، اور نہ کوئی کاہن اپنی کہانت سے روکا جائے گا۔ ان کے لئے کوئی دیت یا جاہلیت

کے خون کا بدلہ نہیں ہے اور نہ ان کو نقصان میں ڈالا جائے گا اور نہ سختی میں، اور ان کی سرزمین کو فوج کے ذریعے پامال نہیں کیا جائے گا۔ اور ان میں سے کوئی اپنے حق کا سوال کرے گا اس سے انصاف برتا جائے گا، نہ وہ ظالم ہوسکیں گے اور نہ مظلوم، اور جو ان میں سے سود کھاتے ہوں گے اس کے لئے ہمارے کوئی ذمے داری نہیں ہے، اور کوئی آدمی کسی دوسرے کے جرم میں پکڑا نہیں جائے گا، ان کے لئے وہ تمام حقوق ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اس وقت تک ذمے داری ہے جب تک وہ صلاح وخیر خواہی سے رہیں اور وہ اپنی ذمے داری ادا کرتے رہیں اور خود ظلم وزیادتی کی صورت اختیار نہ کریں۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معاہدہ بیت المقدس بھی اس نوعیت کا ایک عظیم معاہدہ ہے، جس نے نہ صرف غیر مسلموں سے مسلمانوں کے رواداری پر مبنی تعلقات کا خوش گوار آغاز کیا، بل کہ اس نے آگے چل کر غیر مسلموں کے قلوب واذہان کو اسلام کی جانب مائل کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا، معاہدہ ملاحظہ کیجئے:

هذا ما اعطى عبدالله عمر امير المومنين اهل ايليا من الامان اعطاهم امانا لانفسهم و اموالهم و لكنسائهم و صلبانهم سقيمها و برئيها و سائر لمنها انه لا تسكن كنسائهم و لا تهدم و لا ينتقص منها ولا من حيزها و لا من صليبهم ولا من شيئ من اموالهم و لا يكرهون على دينهم ولا يضار احد منهم و لا يسكن بايليا معهم من اليهود وعلى اهل ايليا ان يعطوا الجزية كما يعطى اهل المدائن و عليهم ان يخرجوا منها الروم و اللصوت فمن خرج منهم فانه آمن على نفسه و ماله حتى يبلغوا ما منهم و من قام منهم فهو آمن و عليه مثل ما على اهل ايليا من الجزية ومن احب من اهل ايليا ان يسير بنفسه و ماله مع الروم يخلى بيعهم و صلبهم فانهم آمنون على انفسهم و على بيعهم و صلبهم حتى يبلغوا ما منهم، وعلى ما فى هذا الكتاب عهد الله ذمة رسوله ذمة الخلفاء و ذمة المومنين اذا اعطوا الذى عليهم من الجزية (٦٧)

یہ وہ امان ہے، جو خدا کے بندے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ایلیا کے لوگوں کو دی، یہ

امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے، ان کے گرجوں میں نہ سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں گے، اور نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا، ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی، نہ مذہب کے معاملے میں ان پر جبر کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی یہودی نہ رہے گا، ایلیا والوں پر فرض ہے کہ وہ دوسرے شہر والوں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو اپنے یہاں سے نکال دیں، یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان و مال محفوظ رہے گی، جب تک وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے، اور جو ایلیا میں ہی رہنا چاہے، اس کو بھی امن ہے، اس کو جزیہ دینا ہوگا، اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے تو وہ، ان کے گرجے اور صلیب بھی مامون ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں، جو کچھ اس میں تحریر ہے اس پر خدا، اس کے رسول، خلفا اور عام مسلمانوں کی ذمے داری ہے، بہ شرطے کہ یہ لوگ مقررہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔

ان معاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم حکومتوں سے بھی اسلامی حکومت برابری کی سطح پر امن و صلح کی بنیاد پر تعلقات استوار کرتی ہے، اور اس کا مقصد اصل امن و امان ہے، جس کے لئے وہ ہر ایک سے تعاون کرنے کو تیار ہے، بشرطیکہ اسلام کو اس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ نہ ہو، اور مسلمان اس صورت میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔

تجارت

غیر مسلم ریاستوں سے تجارتی تعلقات بھی استوار کئے جا سکتے ہیں، چناں چہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی عمدہ ترین کھجور عجوہ ابوسفیان کے پاس بھیجی اور معاوضے کے طور پر چمڑا طلب کیا۔ (۶۸)

بہ قول ڈاکٹر حمید اللہ یہ چمڑا طائف کا تھا، اور شامی راستے بند ہونے کے وجہ سے وہاں پڑا ہوا خراب ہو رہا ہوگا۔ (۶۹)

مالی مدد

غیر اسلامی ریاست کی ضرورت کے وقت مالی مدد بھی کی جاسکتی ہے، اور انسانی بنیادوں پر مشکل وقت میں ان کا ہاتھ بھی بٹایا جاسکتا ہے، چناں چہ فتح مکہ سے پہلے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے پاس پانچ سو اشرفیوں کی خطیر رقم بھیجی کہ مکے کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرے، اگر چہ یہ صورتِ حال مشرکین مکہ کے لئے پریشان کن تھی، کیوں کہ اس کے نتیجے میں رائے عام میں تبدیلی آنے اور مسلمانوں کے لئے اچھے جذبات پیدا ہونے کا قوی امکان تھا۔ اسی بنا پر اس وقت کے سردار مکہ ابوسفیان نے کہا تھا کہ محمد چاہتا ہے کہ اب مکے کے غربا اور نوجوانوں کو ورغلا کر بھڑکائے اور ہمارے خلاف کھڑا کردے۔ (۷۰)

جب یمامہ کے رئیس ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد مکے کو غلے کی سپلائی بند کردی اور مکہ مکرمہ میں قحط پڑا، تو اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کے طالب ہوئے، آپ نے ثمامہؓ کو پیغام بھیجا کہ پابندی اٹھالو، چناں چہ غلے کی فراہمی پھر شروع ہوگئی۔ (۷۱) یہ بھی یقیناً مالی مدد کی ایک اہم شکل تھی۔

ہدایا کا تبادلہ

غیر مسلم حکمرانوں اور معززین سے ہدایا کا تبادلہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] حسنہ سے ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایا دیئے بھی ہیں، اور قبول بھی فرمائے ہیں، چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> اهدى كسرى لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقبل منه و اهدى له قيصر فقبل منه و اهدت له الملوك فقبل منهم (۷۲)
>
> کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیا آپ نے قبول کیا، اسی طرح قیصر نے ہدیہ دیا آپ نے قبول کیا اور (دوسرے) بادشاہوں نے آپ کو ہدیے دیئے آپ نے قبول فرمائے۔

چناں چہ ایلیا کے بادشاہ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہ طور تحفہ ایک سفید خچر پیش کیا اور ایک چادر آپ کو پہنائی، آپ نے اس کا قبضہ اس کے علاقے پر برقرار رکھا۔ (۷۳)

اسی طرح روایت میں آتا ہے کہ اکیدر دومہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ریشمی کرتہ بہ طور ہدیہ بھیجا تھا، جسے لوگ تعجب سے دیکھنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، بلاشبہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال بھی اس سے عمدہ ہوں گے۔ (۷۴) بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حمیر کے بادشاہ ذی یزن نے آپ کی خدمت میں مَن (شہد کی ایک خاص قسم) کا ایک گھڑا بھیجا تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ (۷۵)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ممالک کے حکمرانوں کو تحفے بھی عطا فرمائے۔ مثال کے طور پر حمیر کے بادشاہ ذی یزن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس سے زیادہ اونٹوں کے عوض ایک جوڑا خرید کر تحفہ میں بھیجا۔ (۷۶)

سفیروں کا احترام

اسلام میں سفیروں کو مکمل احترام حاصل ہے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف دینا اسلام کا مزاج نہیں، وہ انسان کے بنیادی حقوق کبھی سلب نہیں کرتا۔ اور سفرا کو مکمل عزت دینے کا قائل ہے، قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

> وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ (۷۷)
>
> اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اس کو پناہ دے دیجئے، تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر آپ اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دیجئے، یہ اس لئے ہے کہ وہ علم نہیں رکھتے۔

کسریٰ کے سفیروں کا واقعہ مشہور ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گستاخی پر فرمایا تھا کہ اگر سفرا کو قتل نہ کرنے کی روایت نہ ہوتی تو میں تمہیں قتل کرا دیتا۔

اس لئے سفرا کے احترام کی روایت اسلام میں بھی متواتر چلی آرہی ہے، اور ان کے مقام کا پاس رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

غیر مسلموں سے دوستی یا تعلقات؟ اسلام کا نقطۂ نظر

اوپر بیان کی گئی تفصیلات اس حوالے سے ہمارے لئے کامل و مکمل راہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں مکمل ہدایات عطا کرتا ہے اور اس کا پیغام یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ کسی قسم کا تعصب یا امتیاز نہیں برتا جائے گا، لیکن یہاں ایک سوال بے حد اہم ہے وہ ہے غیر مسلموں کے ساتھ دوستی اور قلبی تعلق رکھنے کا حکم کیا ہے؟ قرآن حکیم میں واضح طور پر اس امر کی مخالفت آتی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کا معاملہ کیا جائے۔

چناں چہ اس سلسلے میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ ولی کا ہے، ولی کے بہت سے معنیٰ ہیں، اس کے ایک معنیٰ ناصر یعنی مدد کرنے والے کے ہیں، ایک معنی اس کے متولی یعنی امور عالم کا اہتمام اور مخلوق کی ضرورتیں پوری کرنے والے کے ہیں (۷۸) اللہ تعالیٰ کے اسما میں ایک نام الوالی ہے، جس کے معنیٰ ہیں تمام اشیا کا مالک اور ان میں ہر طرح کے تصرف کا مکمل اختیار رکھنے والا (۷۹) اسی طرح ولایت امارت کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے (۸۰) ولی سرپرست کو بھی کہتے ہیں، جیسے یتیم کا سرپرست وغیرہ، اور نکاح وغیرہ کے امور میں اپنی سرپرستی میں پرورش پانے والے بچوں پر اختیار رکھنا وغیرہ (۸۱)

پھر ولی دوست کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے، چناں چہ روایت میں جو آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لئے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اس میں بھی دوستی ہی مراد ہے (۸۲) لغات وغیرہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولیٰ اور اولیا جو مولیٰ کی جمع ہے، یہ الفاظ رب، مالک، سردار، محسن، مدد کرنے والے، تابع دار، پڑوسی، قریبی عزیز، حلیف وغیرہ بہت سے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں (۸۳) غیر مسلموں سے دوستی کی ممانعت کے لئے قرآن حکیم نے یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے جہاں واضح طور پر غیر مسلموں خصوصاً یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا:

لَايَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۚ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ (۸۴)

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرتا

ہے تو اس کو اللہ سے کوئی واسطہ نہیں، ہاں اگر تم ان سے کوئی بچاؤ کرنا چاہتے ہو (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اور سورۂ توبہ میں ارشاد ہوا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَآءَ کُمْ وَ اِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ ۝ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (۸۵)

ایک ایمان والو! تم اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو عزیز رکھیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست رکھے، سو ایسے ہی لوگ بڑے نافرمان ہیں۔

جب کہ مائدہ میں حکم ہوا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ ۝ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ۝ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۝ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ۝ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (۸۶)

ایک ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہوں گے، وہ مومنوں کے ساتھ نرم ہوں گے اور کافروں کے ساتھ سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہے عطا فرما دے اور اللہ بڑی وسعت والا (اور) علم والا ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام غیر مسلموں سے اچھے تعلقات کا تو خواہاں ہے، اور اس کے لئے جزئیات تک پر محیط جامع ترین ہدایات اپنے پیروکاروں کو دیتا ہے، مگر ان سے دوستی اور قلبی تعلق کو وہ قطعاً پسند نہیں کرتا، یہ اس کے مزاج کے ہی خلاف ہے، کیوں کہ اسلام کی آمد اور نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد اب اسلام سے ہٹ کر کسی مزید دین کی کوئی ضرورت، کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، اخروی کامیابی صرف اور صرف اسی پیغام ہدایت میں پنہاں ہے جو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری انسانیت کے سامنے واضح فرما دیا، اسی لئے قرآن واضح الفاظ میں کہتا ہے

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ o وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ O (۸۷)

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یقیناً ہر نیک تحریک کے بانی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تحریک کے قیام و بقا اور حفاظت کی خاطر اس تحریک کے پیرووں کو اس کے ان مخالفوں کے میل جول، رازداری اور رفاقت سے روک دے جو زور یا سازش سے اس کے مٹانے اور برباد کر دینے کے درپے ہوں، خصوصاً ایسے وقت میں جب اس تحریک کو تیغ و خنجر و لشکر سے مٹا دینے کی کوششیں ہو رہی ہوں۔ اور طرفین میں لڑائی کی سی حالت قائم ہو۔ یا غلط شبہے اور افواہیں پھیلا کر اس کے پیرووں کو برگشتہ کرنا چاہتے ہوں۔ (۸۸)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا یہ موقف بالکل بجا، معروضی حالات کے بالکل موافق اور عقل و نقل ہر ایک سے ثابت شدہ اور مسلمہ اصولوں کے عین مطابق ہے، قرآن غیر مسلموں کی ولایت اور دوستی کے مقابلے میں اللہ کی دوستی کی تلقین کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O (۸۹)

(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، کسی اور کو اپنا مددگار بنالوں، حالانکہ وہی سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں فرماں برداری کروں اور یہ بھی کہ مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔

اسی طرح وہ مومنوں کو باہم ایک دوسرے کے دوست اور مددگار بننے اور آپس میں مودت و ولایت قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے، اس کے الفاظ ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ o (۹۰)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ (انصار) جنہوں نے (مہاجروں کو) رہنے کی جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

نیز فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ o (۹۱)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں۔

یہ ایسی بات ہے جس کا ثبوت بائبل سے بھی ملتا ہے، عہد نامہ جدید میں ہے:

میں نے خط میں تم کو یہ لکھا تھا کہ تم حرام کاروں اور لالچیوں یا ظالموں یا بت پرستوں سے نہ ملو۔ کیوں کہ اس صورت میں تم کو اس جہان سے نکلنا ضرور ہوتا۔ مگر میں نے اب تمہیں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی بھائی کہلا کر حرام کار یا لالچی یا بت پرست یا طعنہ زن یا شرابی یا ظالم ہو تو تم اس سے میل نہ رکھو۔ بل کہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا۔ کیوں کہ باہر والوں پر فتویٰ دینے سے مجھے کیا واسطہ۔ کیا تم ان کا جو اندر ہیں انصاف نہیں کرتے؟ خدا ہی باہر والوں پر فتویٰ دے گا۔ پس اس برے شخص کو اپنے درمیان سے نکال دو۔ (۹۲)

اور دوسری جگہ یہ حکم ہے:

تم غیر مومنین کے ساتھ ناہموار جوئے میں نہ جُتو۔ کیوں کہ صداقت اور غیر صداقت میں کیا شراکت ہے؟ یا روشنی کا تاریکی سے کیا میل؟ مسیح کو بلیعال کے ساتھ کون سی موافقت ہے؟ یا مومن کا غیر مومن سے کیا واسطہ؟ اور خدا کی ہیکل کو بتوں سے کون سی مناسبت ہے؟ کیوں کہ ہم تو زندہ خدا کی ہیکل ہیں۔ (۹۳)

دوستی کے لئے دوسرا لفظ مودت استعمال ہوتا ہے، قرآن حکیم میں ایک مقام پر لفظ مودت بھی استعمال ہوا ہے، اور غیر مسلموں کا ذکر کر کے ان سے رشتۂ مودت استوار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

سورۂ ممتحنہ میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ o (۹۴)

اس سے بھی یہی مراد ہے کہ اسلام غیر مسلموں سے دوستی، قرابت داری اور قلبی رشتوں کو پسند نہیں کرتا اور سماجی تعلقات اور معاشرتی روابط سے منع نہیں کرتا، جب کہ سیاسی سطح پر غیر مسلم ریاستوں سے مسلمانوں کے مصالح کو پیش نظر رکھ کر ان سے تعاون اور تعلقات استوار کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ علامہ خازن نے یوں بیان کیا ہے۔

فان قلت قد اجمعت الامة علی انه تجوز مخالطتهم و معاملتهم و معاشرتهم فما هذه المودة المحظور؟ قلت المودة المحظورة هي مناصحتهم و ارادة الخير لهم دينا و دنيانا مع كفرهم فاما ماسوی ذلك فلاحظر فيه (۹۵)

اگر تم یہ سوال کرو کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ کفار کے ساتھ میل جول رکھنا، معاملات کرنا اور معاشرتی تعلقات رکھنا جائز ہے تو یہ وہ کون سی مودّت ہے جس سے منع کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے کفر کے باوجود ان کے ساتھ دین و دنیا کے پہلو سے اخلاص اور خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام معاملات میں ان سے موالات ممنوع نہیں ہے۔

خلاصہ کلام

اوپر مذکور ہونے والی بحث سے ہمیں جو ہدایات اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کا خلاصہ چند نکات کی صورت میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ اسلام امن اور سلامتی کا داعی ہے۔ اس لیے وہ پوری کائنات میں امن و استحکام قائم کرنے کا خواہاں ہے۔ وہ تو جہاد کی دعوت دیتے ہوئے بھی یہی کہتا ہے کہ **وقاتلوهم حتی لا تكون فتنة** (۹۶) یہی وجہ ہے کہ وہ فتنے کے خاتمے اور امن استحکام کے قیام کے لیے سخت سے سخت اقدامات تجویز کرتا ہے۔

۲۔ اسلام کسی خاص گروہ کا مذہب نہیں، اس کی نظر میں سب برابر ہیں اور ہر شخص اسلام کی تعلیمات تسلیم کر کے اس کی عالم گیر برادری کا رکن بن سکتا ہے۔

۳۔ اسلام عملی زندگی میں سماجی اور معاشرتی تعلقات کو اہمیت دیتا ہے۔

۴۔ خالص مذہبی اور اعتقادی معاملات کے علاوہ تمام تعلقات اور روابط میں اسلام غیر مسلموں

کے ساتھ کسی قسم کے امتیازی اقدامات کو پسند نہیں کرتا۔

۵۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو نہ صرف ہر طرح کی مکمل آزادی حاصل ہے، بل کہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے معاشرتی تعلقات بھی غیر امتیازی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔

۶۔ اسلامی ریاست، غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ بھی برابری کی بنیاد پر اچھے تعلقات کی علم بردار ہوتی ہے۔

۷۔ غیر مسلم خواہ یہودی و عیسائی ہو یا دیگر ان سے سیاسی سطح پر ہر طرح کے تعلقات استوار کیئے جا سکتے ہیں، بہ شرطے کہ کہ ان تعلقات سے مسلمانوں کو کسی صورت میں کسی بھی نوعیت کا نقصان نہ ہو، یعنی مسلم حکومت مسلمانوں کا مفاد بہ ہر صورت پیش نظر رکھے، جیسا کہ ہر حکومت کا مطمح نظر یہی ہوتا ہے۔

۸۔ غیر مسلموں سے تعلقات کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان سے دوستی اور قلبی تعلقات کی ممانعت ہے، جو قرآن کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، دونوں کی حدود میں فرق کرنا اور اس فرق کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

۹۔ اسرائیل سے تعلقات کا معاملہ بے حد اہم ہے لیکن اوپر مذکور تفصیل سے اس کی حیثیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر چہ شرعاً دیگر ریاستوں کی طرح وہ بھی ایک ریاست ہے، مگر چوں کہ پوری امت مسلمہ خصوصاً اس کے حوالے سے ایک خاص نقطہ نظر رکھتی ہے، جس کے پیچھے نصف صدی پر مبنی اسرائیل کے اقدامات اور خود اس کی تاسیس کا طریقہ کار ہے، اس لئے اس بارے میں کوئی بھی اقدام جوامت مسلمہ کی اکثریت کی رائے کے خلاف ہو قطعاً غیر شرعی تصور ہوگا۔ نیز پرانے دوستوں کو کھو کر نئے دوستوں کی تلاش کا رویہ نفسیاتی اعتبار سے بھی، اخلاقاً بھی اور مذہبی اعتبار سے بھی سود مند ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ صحیح راہ نمائی فرمائے اور گم راہی سے محفوظ رکھے۔ آمین و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین حواشی

حوالہ جات

۱۔ المائدہ: ۳۲

۲۔ بخاری کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا

☆ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید/ المسند: ج ۳، ص ۱۸۹، رقم ۲۶۸۶

۳۔ شوکانی / نیل الاوطار۔ مصر، مکتبۃ الدعوۃ اسلامیہ: ج ۷، ص ۵۵

۴۔ بیہقی / السنن الکبری۔ مصر: ج ۸، ص ۱۳۲

۵۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث (ل ۲۷۵ھ) السنن۔ بیروت، دارالفکر ۱۹۹۴ء: ج ۳، ص ۳۶۸، رقم ۳۸۰۶

☆ طبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم (م ۳۶۰ھ) / المعجم الکبیر۔ موصل، مکتبۃ العلوم والحکم ۱۹۸۳ء: ج ۴، ص ۱۱۰

۶۔ البرہان شرح مواہب الرحمٰن: ج ۲، ص ۲۰۲

۷۔ نیل الاوطار: ج ۷، ص ۸

۸۔ السیوطی / الاشباہ والنظائر۔ دارالکتب العلمیہ: ص ۵۰۹

۹۔ ایضاً: ص ۲۵۷

۱۰۔ البقرہ: ۳۴

۱۱۔ اس معاہدے کا مکمل متن آگے بیان ہو رہا ہے، ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۵۷

۱۲۔ اس معاہدے کا مکمل متن آگے بیان ہو رہا ہے، ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۶۷

۱۳۔ کاسانی، بدائع الصنائع: ج ۷، ص ۱۱۳

۱۴۔ تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۶۵

۱۵۔ سرخسی، محمد بن ابی سہیل / المبسوط۔ بیروت، دارالمعرفہ، ۱۴۰۶ھ: ج ۵، ص ۳۸۔

☆ کتاب الاموال: ص ۳۶

۱۶۔ المائدہ: ۸

۱۷۔ بیہقی / شعب الایمان۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۰ھ، ج ۶، ص ۱۶۔ رقم ۳۶۹۷

۱۸۔ گستاؤلیبان / تمدن عرب۔ لاہور: ص ۱۳۵

۱۹۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی الحنفی احکام القرآن۔ مصر، ۱۳۴۷ء: ج ۲، ص ۵۴۴

۲۰۔ مرغینانی، برہان الدین ابوالحسن / ھدایہ۔ کتب خانہ رشیدیہ، دہلی: ج ۴، ص ۳۲۷

☆ ابن العابدین / ردالمحتار علی الدرالمختار۔ مصر، ۱۳۲۷ھ / ج ۳، ص ۲۵

۲۱۔ لقمان: ۱۵

۲۲۔ احکام القرآن: ج ۳، ص ۴۳۳

۲۳۔ ہدایۃ: ج ۲، ص ۴۳۵

۲۴۔ بخاری، کتاب الہبہ، باب ہدیۃ المشرکین۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی الاقربین

۲۵۔ نیل الاوطار: ج ۶، ص ۱۰۶

۲۶۔ بخاری فی الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر۔ مسلم، فرائض

۲۷۔ عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام الصغانی (م ۲۱۱ھ)/المصنف۔ کراچی مجلس علمی،۲،۱۹۷۲ء: ج ۶ ص ۳۳۔ رقم ۹۹۱۳

۲۸۔ ایضاً: رقم ۹۹۱۵

۲۹۔ ابوعبید، قاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ)/کتاب الاموال۔ قاہرہ، دارالفکر، ۱۹۹۸ء: ص ۵۴۳

۳۰۔ بخاری، کتاب الہبہ، باب ۲۶

☆ مسلم/ ج ۳، ص ۳۶۰، رقم ۲۰۶۸

۳۱۔ قرطبی/ الجامع لاحکام القرآن: ج ۵، ص ۱۸۴

۳۲۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حق الجوار

۳۳۔ بقرہ: ۲۷۲

۳۴۔ ابن کثیر/ التفسیر: ج ۱، ص ۳۲۴

۳۵۔ ہدایہ: ج ۱، ص ۱۸۵

۳۶۔ المائدہ: ۵

۳۷۔ بخاری، کتاب الذبائح والصید

۳۸۔ قرطبی: ج ۱۱، ص ۱۱۲

۳۹۔ قرطبی: ج ۱۱، ص ۱۱۲

۴۰۔ بخاری/ الادب المفرد: ج ۲، ص ۵۳۳

۴۱۔ عبدالرزاق/ المصنف: ج ۱۰، ص ۳۹۲

۴۲۔ ایضاً: ج ۶، ص ۳۵۔ رقم ۹۹۱۹

۴۳۔ ایضاً: رقم ۹۹۲۴

۴۴۔ ایضاً: رقم ۹۹۲۵

۴۵۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ الیہودی

۴۶۔ عبدالرزاق: ج ۶، ص ۴۲، رقم ۹۹۴۷

۴۷۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ)/ کتاب الخراج۔ بیروت … ص ۲۱۱

۴۸۔ ردالمختار: ج ۳، ص ۲۷۳

۴۹۔ سید فضل الرحمن/ ہادی اعظم ﷺ۔ کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء: ا، ص ۶۳۰

۵۰۔ مسلم: رقم ۱۶۰۳
☆ ابن ماجہ: رقم ۲۴۳۶
۵۱۔ مسلم: رقم ۱۶۰۲
۵۲۔ ابن ماجہ: رقم ۲۴۳۹
۵۳۔ بنی اسرائیل: ۳۴
۵۴۔ بخاری، کتاب الجزیۃ الموادعۃ، باب اثم الغادر للبر والفاجر
۵۵۔ امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) / الموطاء۔ مصر، دار احیاء التراث العربی: ج ۲، ص ۴۴۸، رقم ۹۶۷
۵۶۔ امام فخر الدین رازی / تفسیر کبیر۔ بیروت دار الفکر۔ ج ۱۰، ص ۱۰۹
۵۷۔ بخاری: ج ۲، ص ۸۱، مسلم کتاب الجہاد والسیر باب صلح الحدیبیہ
۵۸۔ الفتح ۲۴، ۲۵
۵۹۔ بخاری / ج ۲، ص ۸۲، ۸۰۔
☆ مسند احمد: ج ۵، ص ۴۳۴
۶۰۔ الانفال: ۵۶ تا ۵۸
۶۱۔ خطیب عمری (م ۷۴۳ھ) مشکوٰۃ، باب الامان، فصل دوم
۶۲۔ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) / المرقاۃ المفاتیح۔ ملتان، مکتبہ امدادیہ: ج ۸، ص ۲۲
۶۳۔ مشکوٰۃ، باب الامان، فصل دوم
۶۴۔ اس معاہدے کی تفصیلات یہی ہیں، مآخذ میں تھوڑا تقدم و تاخر ہے۔ یہ روایت واقدی کے مطابق ہے، واقدی، محمد بن عمر (م ۲۰۷ھ) / کتاب المغازی۔ بیروت، عالم الکتب ۱۹۸۴ء: ج ۲، ص ۶۱۱
☆ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک (م ۲۱۳ھ) / السیرۃ النبویۃ۔ بیروت، دار المعرفہ ۱۹۷۸ء: ج ۴، ص ۲۸
☆ ابن کثیر، عماد الدین / السیرۃ النبویہ۔ دار احیاء، التراث العربی: ج ۳، ص ۳۲۲
☆ محمد بن سعد / الطبقات الکبریٰ۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۷ء / ج ۲، ص ۴۷
۶۵۔ مکمل متن کے لئے دیکھئے کتاب الاموال: ص ۲۰۲، رقم ۵۱۷۔
☆ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۴۱
☆ ڈاکٹر حمید اللہ / الوثائق السیاسیہ۔ بیروت، دار النفائس ۱۹۸۵ء: ص ۵۷
۶۶۔ کتاب الخراج / امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ)۔ بیروت دار المعرفہ: ص ۷۲۔